یہ دونوں کتابیں جدید عربی نثر نگاری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ سیاسی اور سماجی اور مذہبی مسائل پر جس انداز میں وہ بحث کرتے ہیں۔ بحث کرتے وقت ایسا لگتا ہے کہ وہ قوموں کے عروج وزوال کے اسباب ان کی نفسیات اور مزاج سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس انداز بیان کی بدولت جدید عربی نثر نگاری تیسری منزل کی طرف تیزی سے آگے بڑھی جو شیخ عبدہ کے بعد شروع ہوئی تھی۔ کواکبی کے بعد ہم مصر کے ایک ادیب اور شاعر کی علمی و ادبی خدمات پیش کریں گے جس کی بدولت نثر نگاری کو ایک نئی راہ میسر ہوئی جو ہر اعتبار سے بالکل نئی تھی۔ اس میں فکر وعلم سے زیادہ طنز و مزاح ہے۔ اس اسٹائل اور اسلوب کے موجد عبداللہ ندیم ہیں۔

عبداللہ ندیم: وہ مصر کے ایک غریب اور مفلوک الحال کسان کے فرزند ہیں جنہوں نے فقر اور زبوں حالی کی داستان لوگوں سے سنی نہیں تھی بلکہ ان حالات سے وہ خود دوچار تھے جن کے لئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنا بھی مشکل تھا۔ اور جس کسان گھرانے میں وہ پیدا ہوئے تھے اس طرح کے ہزاروں کسان وادئ نیل میں پھیلے ہوئے تھے جن کی قسمت میں محنت اور جفاکشی کے باوجود فقر وفاقہ لکھ دیا گیا تھا۔ عبداللہ ندیم اپنی ذاتی صلاحیت کی بدولت اپنے گاؤں سے کچھ تعلیم حاصل کرکے قاہرہ چلے آئے۔ یہاں انھوں نے وہاں کے ادیبوں، شاعروں اور عالموں سے رابطہ قائم کیا اور ان سے وہ چیزیں سیکھیں اور حاصل کیں جو عام طور سے لوگ اسکولوں اور کالجوں میں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں بھی قدرت کا ایک معجزہ نظر آتا ہے کہ گاؤں کا چلا ہوا ایک شخص جس کو ایک وقت کھانے کا ٹھکانا نہ ہو، ترقی کرکے ادیب وشاعر بن جائے اور دو رسالوں کی ادارت اپنے ہاتھ میں لے۔ ایک کا نام "التنکیت والتبکیت" اور دوسرے کا "الطائف"۔ "التنکیت والتبکیت" میں مصری سماج کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے سامنے گاؤں سے لے کر شہروں تک کی زندگی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے جس میں ایک طرف لوگ ننگے بھوکے اور پریشان نظر

آتے ہیں تو دوسری طرف کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زرق برق لباسوں میں ملبوس، اعلیٰ قسم کے گھوڑوں پر سوار، ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے کوڑے جو جب گاؤں کا دورہ کرتے ہیں تو ان غریبوں پر اپنے اپنے کوڑے کے استعمال کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتے ہیں اور ان کی ننگی پیٹھوں پر وہ اپنے کوڑے اس طرح برساتے ہیں جس طرح کوئی سرکش اور بے قابو گھوڑے کو رام کرنا چاہتا ہے دوسرا رسالہ جو الطائف ہے۔ یہ رسالہ پہلا ہی رسالہ ہے لیکن اس کا نام عرابی پاشا کی انقلابی تحریک کے درمیان بدل گیا تھا۔ اس رسالہ میں عبد اللہ ندیم شعلہ بیان ادیب و خطیب کے روپ میں نظر آتے ہیں کیونکہ یہ رسالہ عرابی کی تحریک کا سب سے اہم علمبردار رسالہ تھا عبد اللہ ندیم کے ان دونوں رسالوں کے مقالات و مضامین علمی اعتبار سے بہت زیادہ اہم نہیں ہیں لیکن ان میں مصری سماج کی صحیح تعبیر و تصویر ہے جو بعد میں مصری افسانہ اور ناول نگاروں کے لئے بنیاد بنے اور اس سے سماجی مسائل پر لکھنے والوں کے لئے اہم مواد فراہم ہوئے اور رہنمائی ملی۔

اس طرح جدید عربی نثر نگاری جس کی ابتدا صحیح معنوں میں انیسویں صدی کے وسط سے ہوئی، صدی پوری ہوتے ہوتے وہ بنیادی کمزوریوں کو ختم کر کے اپنے قدموں پر کھڑی ہو چکی تھی۔ بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی اس کی ہیئت اور ماہیت میں بنیادی تبدیلی آنی شروع ہوئی کیونکہ اس میں سیاسی اور مذہبی مسائل کے علاوہ ادبی تنقیدی مسائل کا اضافہ ہوا اور یہ ان نوجوانوں کی بدولت ہوا جو مغرب سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے تھے یا مغربی علوم و ادب کا گہرا مطالعہ اپنے ملک میں کیا تھا، اور یہ ہمارے دوسرے مقالہ کا موضوع ہوگا۔

ڈاکٹر محمد راشد ندوی
ریڈر شعبۂ عربی
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

40218

حضرت شاہ علی انور قلندر کاکوروی رح

اور اُن کے بیش بہا مصنفات

ایک جائزہ

مسعود انور علوی کاکوروی ۔ ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

قسامِ ازل نے انیسویں (۱۹) صدی کے ہندوستان کے لیے باوجود غلامی کی بدقسمتی کے خوش طالعی بھی لکھ دی تھی۔ روحانی حیثیت سے یہ دور ہندوستان کا روحانی نشأۃ الثانیہ تھا جس میں مسلمانوں میں بلند پایہ عارفین و صاحبانِ دل پیدا ہوئے۔ فوجی قوتیں، ملکی اقتدار ضرور کم تھے لیکن فضل وکمال کی بہتات تھی۔ ان عارفانِ کامل نے ہندوستان خصوصاً شمالی ہند کے تشنگانِ معرفت کو اپنے زلالِ معرفت سے سیراب کیا۔ صوبہ اودھ میں ایسے بکثرت صوفیائے کرام تھے جن کے نام آج بھی سرمایۂ تسکین دل و جان ہیں۔

کاکوری کو اودھ کے قصبات میں جو امتیاز حاصل رہا ہے اس کی ایک بڑی وجہ اواخر اٹھارھویں صدی میں قایم شدہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ ہے جس نے اس وقت سے اب تک علمائے حق شناس کا اربابِ علم اور صاحبانِ بصیرت و عرفان کی ایک بڑی تعداد پیدا کی ہے۔ اس خانقاہ کی حیثیت صرف ایک خانقاہ ہی کی نہیں رہی بلکہ اس نے ایک علمی و دینی

درسگاہ کی حیثیت سے بھی ہمہ جہت رول ادا کیا ہے اور اپنے حاشیہ نشینوں کی روحانی، اخلاقی علمی و ادبی قوتوں کو اجاگر کیا اور اس کا اہل بنادیا کہ وہ اہلِ معرفت و اہلِ قلم بن کر روشن و تاباں ہوں۔

زیرِ نظر مقالہ خانقاہ کاظمیہ کی ایک ایسی علمی شخصیت سے متعلق ہے جس نے خیر و برکت اور دینی و دنیوی فلاح و بہبود کے سامان مہیّا کیے اور قلوب ناصبور اور خاطرہائے ناشکیبا کو راحت عطا کی۔

شاہ علی انور قلندرؒ بانیٔ خانقاہ کاظمیہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ (۱۷۴۵ء تا ۱۸۰۶ء) کے سلسلۃ الذہب کی پانچویں کڑی تھے۔

نسب : آپ نسباً اور حسباً علوی تھے۔ سلسلۂ نسب ۳۴ واسطوں سے حضرت علی مرتضیٰؓ تک اس طرح پہنچتا تھا۔ شاہ علی انور قلندرؒ (۱) ابن حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندرؒ (۲) ابن حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندرؒ (۳) بن حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ تراب کاکوروی (۴) بن حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندرؒ (۵) بن حضرت شاہ محمد کاشف چشتیؒ (۶) بن حضرت شیخ خلیل الرحمٰن (۷) بن حضرت شیخ عبدالرحمٰن (۸) بن حضرت شیخ غلام محمد (۹) بن حضرت شیخ سیف الدین (۱۰) بن حضرت شیخ ضیاء اللہ (۱۱) بن حضرت شیخ ملا عبدالکریم (۱۲) بن حضرت حافظ شہاب الدین (۱۳) بن حضرت مخدوم نظام الدین قاری قادری معروف بہ شاہ بھکاری کاکوروی (۱۴) بن حضرت قاری امیر سیف الدین (۱۵) بن حضرت امیر حبیب اللہ عرف امیر کلاں (۱۶) بن حضرت قاری امیر نصیر الدین دلیل اللہ (۱۷) بن حضرت قاری محمد صدیق عرف امیر ابو محمد خانی (۱۸) بن حضرت قاری عبیداللہ (۱۹) بن حضرت قاری عبدالصمد (۲۰) بن حضرت امیر شمس الدین خورد عرف قاری محقق (۲۱) بن حضرت قاری عبدالمجید (۲۲) بن حضرت حاجی سلطان حسین (۲۳) بن حضرت قاری امیر ابراہیم نواسہ و خلیفہ حضرت سید عبدالرزاق خلف و خلیفہ حضرت غوث الثقلینؓ (۲۴) بن حضرت

حاجی قاری سلطان عبداللطیف (۲۵) بن حضرت قاری امیر عبید اللہ (۲۶) بن حضرت قاری امیر شمس الدین، صابر خال خالاتی حضرت غوث الثقلین رض (۲۷) بن حضرت قاری مجید الدین خافی (۲۸) بن حضرت قاری امیر سلیمان (۲۹) بن حضرت مولانا وجیہہ الدین احمد (۳۰) بن حضرت قاری محمد (۳۱) بن حضرت قاری احمد (۳۲) بن حضرت علی (۳۳) بن حضرت محمد بن الحنفیہ (۳۴) بن حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۳ء کو ہوئی۔ ولادت کے بعد آپ کے پردادا شاہ تراب علی قلندرؒ کو لوگوں نے مبارکباد دی تو انھوں نے مسرور ہو کر فرمایا "الحمد للہ آج میرے گھر آفتاب آیا" عارفِ کامل کی زبان سے نکلا ہوا لفظ درست ہوا اور آپ معرفت وحقیقت کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر درخشاں ہوئے اور اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم کو منور کیا۔

تعلیم و تربیت: جب چار سال کی عمر ہوئی تو حضرت شاہ تراب علی قلندر (۱۱۸۱ھ / ۱۷۶۷ء تا ۱۲۷۵ھ / ۱۷۶۷ء) نے تسمیہ خوانی کی اور آپ کی جبینِ کرامت آگیں کی تابانیاں اور عین ثابت دیکھ کر ۲۹ رمضان روز جمعۃ الوداع ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت فرماکر اپنے سر سے ٹوپی اتار کر آپ کو پہنا دی اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس پر ان کے خلفِ اصغر مولانا شاہ تقی علی قلندر (م ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء) نے سوال کیا کہ آپ نے اس میں اتنی عجلت کیوں فرمائی ہے فرمایا اس خیال سے کہ شاید کوئی ایسا وقت آئے کہ یہ مکان بزرگوں سے خالی ہو جائے اور کوئی لبس والباس خرقہ کا مجاز نہ ہو تو اس وقت اس کو کسی سے پہننے کی ضرورت نہ پڑے۔

پانچ سال کی عمر سے ہی آپ کو صلوٰۃ التسبیح اور بعض اوراد تعلیم فرمائے نیز حفظ کلام مجید شروع کرایا۔ بچپن سے ہی بڑے ذہین وفطین اور طباع تھے چنانچہ دسویں سال حفظ کلام مجید سے فارغ ہوئے اور متعدد حفاظ کی اقتداء میں محراب بھی سنائی۔

کلام مجید کے حفظ کے ساتھ ہی آپ نے فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی شرف الدین سندیلوی کاکوروی سے پڑھیں اور میزان الصرف سے مصباح تک والد بزرگوار مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پھر تفسیر وحدیث وفقہ وعقائد ومنطق وتصوف وادب وکلام جملہ علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد کے عم محترم مولانا شاہ تقی علی قلندر (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) سے اٹھارہ سال کی عمر میں کی۔

زمانۂ طالب علمی سے درس وتدریس کی جانب مشغول ہوئے۔ کاکوری کے شرفاء کا عام دستور یہ تھا کہ دینی تعلیم کے واسطے خانقاہ کاظمیہ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، چنانچہ طلبہ کی ایک کثیر تعداد جس میں بیرونِ قصبہ کے لوگ بھی ہوتے تھے اکتسابِ علم کے واسطے صبح وشام موجود رہتی تھی۔ آپ تمام مروجہ علوم میں طاق اور علم تصوف وحقائق میں شہرۂ آفاق تھے۔ اسی کے ساتھ ہی علومِ ظاہریں معقولات ومنقولات پر ایسا عبور تھا کہ دقیق سے دقیق تر مسئلہ کو اس طرح حل فرماتے کہ طالب علم کے ذہن میں وہ مسئلہ نقش کالحجر ہو جاتا تھا۔

حاضرین وطالبین علمی مذاکرہ کے اوقات اور غیر علمی جلسوں میں مختلف علوم کے مسائل دریافت کرتے لیکن تحقیق وتدقیق کے باوجود اس درجہ احتیاط تھی کہ کوئی جزوی مسئلہ بھی بغیر کتاب دیکھے نہ بتلاتے اور فرماتے کہ قرینِ احتیاط یہی ہے کہ بغیر کتاب دیکھے نہ بتائے۔ جب کوئی کسی فتوے پر دستخط کرنے کی بابت عرض کرتا تو فرما دیتے کہ میرے خاندان کا دستور نہیں ہے، بلکہ یہاں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی اس وصیت پر عمل ہے کہ

"اے پسر گواہ مشو وقاضی مشو ومفتی در محکمہ قضا حاضر میا۔"

آپ کے علمی تبحر اور فضل وکمال کا اعتراف آپ کے معاصر علماء کو ہمیشہ رہا۔ مولانا شاہ سکندر علی خاں، مولانا حیدر علی خاں خالص پوری، مولانا عبد العلی مدراسی، مولانا عبد الحی فرنگی محلی، مولانا شاہ عبد الوہاب فرنگی محلی، مولانا محمد اکرم فرنگی محلی، مولانا محمد ابراہیم و مولانا عبد الغفار فرنگی محلی اور مولانا عبد الصمد پنجابی کانپوری وغیرہم آپ کی فضیلت

اور علم کے قائل و مداح تھے۔ نہ صرف اہل سنت بلکہ مذہب امامیہ کے علماء و فضلاء
مولانا سید کمال الدین، مولانا سید سراج الدین حسن اور مولانا ظہیر الدین بلگرامی وغیرہ بڑے
خلوص و نیاز سے حاضر ہوتے اور علمی فیوض سے مستفیض ہوتے تھے۔ مولانا وکیل احمد
سکندر پوری، مولانا شاہ عبد القادر بدایونی، شاہ عبد الصمد سہسوانی اور مولانا شاہ احمد
رضا خاں بریلوی جیسے متبحر علماء آپ سے غائبانہ نیازمندی و خلوص رکھتے اور اپنے خطوط
میں اس کا اظہار کرتے نیز اپنی تصانیف برابر آپ کے پاس بھیجتے رہتے تھے۔

آپ کے بزرگوں نے آپ کی باطنی تعلیم و تربیت میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا۔ محمد شاہ صاحب کے حالات زندگی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا
وجود با وجود ایسا بحر زخار تھا جو کبھی ساکن نہ رہا جس کی اٹھتی لہروں نے ہزارہا ڈوبتے سفینوں
کو بھنور سے نکال کر صحیح و سلامت کنارے لگا دیا، اپنی تجلیات سے بے شمار سرد دلوں میں
عشق کی چنگاریوں سے حرارتِ عشق پیدا کر کے جان ڈال دی اور جس کی ذات سے خانقاہ
کاظمیہ کے بام و در عشق و محبت کا گہوارہ بن گئے۔ ہر غرفہ و روزن سے عشق کی پھواریں
پڑنے لگیں۔ مسند الوقت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)
کے تحریر کردہ دونوں اشعار جو انھوں نے اپنے محبوب خلیفہ حضرت شیخ محمد عاشق صدیقی
پھلتی رح (۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) کو مخاطب کرتے ہوئے لکھے پوری طرح شاہ علی انور قلندر رح پر
بھی منطبق ہوتے ہیں۔

آنی کہ ترا زِ نام تو می بارد عشق	وز نامہ و پیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکس کہ بکویت گزرد	آرے ز در و بام تو می بارد عشق

بلکہ ادیب سحر طراز منشی امیر احمد علوی صاحب کو تو آپ کی تعریف میں مولانا روم رح
کا شعر لکھتے ہوئے قلم روکنا پڑا۔ ع

در بشر روپوش گشتہ آفتاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب

در

خانقاہ کاظمیہ میں حیتنی کمسنی میں آپ کی ولایت ومشیخت اور رجعیت و ہیبت نیز علمی تبحر، فضل وکمال اور دقت نظری کا چرچا پھیلا وہ آپ اپنی مثال بلکہ عدیم النظیر ہے۔ بیس۲۰ سال کی عمر تھی کہ وطن اور قرب وجوار کے اہل علم وصاحب بصیرت طبقہ نے آپ کو اپنی رہنمائی کے لیے منتخب کرلیا اور آپ کے حلقۂ ارادت وبیعت میں داخل ہونے لگے۔ غرضکہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء تک اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم کو منور فرمایا اور ۲۰ محرم الحرام کو آفتاب آفاقی کے مغرب میں غروب ہونے سے پیشتر یہ آفتاب انفسی مغرب احدیت میں غروب ہوگیا۔

اخلاف:

شاہ صاحب نے اپنے پیچھے تین۳ گرامی قدر صاحبزادے چھوڑے جنھوں نے اپنے والد ماجد کے نقشِ ثانی اور آئینۂ کمال بن کر ایک عالم کو اپنے فیض صحبت، تعلیمات اور گراں قدر تصنیفات سے بہرہ مند فرمایا۔

مولینا شاہ حبیب حیدر قلندر:

آپ شاہ صاحب کے خلفِ اکبر تھے ۱۷ شوال ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء کو متولد ہوئے۔ شروع سے آخر تک تمام علومِ تفسیر وحدیث وفقہ وتصوف اور معقولات نیز اذکار واشغال اور اوراد و وظائف کی تعلیم والد سے پائی۔ زمانۂ درس سے ہی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹ سال کی عمر میں سند فراغ حاصل کی۔ ۱۷ رجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کو والد ماجد کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت اور سلاسلِ خاندانی سے سرفراز ہوئے۔ مولانا سید علی ظاہر وتری محدث مدنی شیخ الحدیث حرم نبویؐ اور مولانا فریدالدین خاں محدث کاکوروی کے تحریری اجازت ناموں اور اسناد سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں آپ کے فضل وکمال کا کس درجہ اعتراف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے باطنی کمالات کے ساتھ ہی صوری صباحت وملاحت اور ظاہری وجاہت بھی علی وجہِ الکمال عطا فرمائی تھی۔ والد ماجد کے وصال کے بعد خلافت وارشاد کی مسند پر متمکن ہوئے۔ اور ۳۰ سال تک اپنے فیوض وبرکات سے لوگوں کو بہرہ مند کیا۔ اپنے

والد ماجد کی عمر (۵۴ سال) کو پہنچ کر آپ نے بھی ۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء کو عالمِ قدس کی طرف سفر کیا۔

الکلمۃ الباقیہ فی الاسانید والمسلسلات العالیہ (عربی) "تنویر الھیاکل بذکر الاوراد و السلاسل (عربی) انشائے حیدری (فارسی) الشرف المبین فی معراج سید المرسلین (اردو) تسکین الفواد بذکر عید المیلاد (اردو) فیوض مسعودیہ (فارسی) وغیرہ قابل قدر تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔

۲۔ مولانا تقی حیدر قلندرؒ:

آپ شاہ صاحب موصوف کے خلفِ اوسط تھے۔ ۲۶ شوال ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء کو ولادت ہوئی۔ بدوِ شعور سے ذکاوت و ذہانت اور صلاحیت ظاہر و نمایاں تھی۔ ابتدائی فارسی کتابیں مولانا منصب علی شاگرد شاہ علی انور قلندرؒ سے اور بقیہ عربی و فارسی کتب والد ماجد سے پڑھیں۔ جب ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں آنجناب کا وصال ہو گیا تو جملہ علوم کی تکمیل شاہ حبیب حیدر قلندرؒ سے کی۔ اُن ہی سے بیعت ہوئے۔ شاہ صاحب نے برادرِ اصغر کو جو ہر طرح سے نعماتِ الٰہیہ کے حامل فخر اسلاف اور رشک اخلاف تھے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ انھوں نے تمام عمر سوا لکھنے پڑھنے تعلیم و تعلم اور درس و تدریس نیز خلق کی فیض رسانی کے کچھ نہ کیا۔ شاہ حبیب حیدر قلندرؒ کے وصال کے تیسرے روز (سیوم) اپنے حسبِ ارشاد صرف پانچ سال کے لیے سجادہ نشین ہوئے۔ اور ٹھیک ۵ سال بعد ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو وصال فرمایا۔

آپ نے اپنے والد ماجد کی طرح بکثرت قابلِ قدر تصانیف فرمائیں۔ ترجمہ اُردو الانسان الکامل۔ شیخ عبدالکریم جیلیؒ۔ ترجمہ اردو الکھف والرقیم شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شیخ عبدالکریم جیلی تنویر الظلمات فی تفسیر المقطعات (عربی) انشائے نظامی (فارسی) نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ (اُردو) اذکار الابرار (اُردو) فیوض العارفین (فارسی)۔

مناظر الشہود فی مراتب الوجود (اردو) ہدیۃ الشرف فی ترجمۃ من عرف (اُردو)، تعلیمات قلندریہ (فارسی) وغیرہ۔ نیز آپ نے اپنے والد ماجد کی تصانیف کشف الدقائق عن رموز الحقایق، الدر الیتیم فی ایمان اٰباء النبی الکریم ؐ، تنویر الانق فی شرح تبیین الطرق، زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار، تصفیہ شرح تسویہ، قول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار، نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف وغیرہ کے سلیس اُردو ترجمے بھی فرمائے جو مع اصل متن کے طبع ہوئے۔

شاہ صاحب موصوف نے مندرجہ بالا گراں قدر تصنیفات و تالیفات کے علاوہ دو اخلاف گرامی بھی اپنی یادگار چھوڑے۔ حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر مدظلہ العالی، سجادہ نشین حال خانقاہ کاظمیہ قلندریہ اور ان کے برادر اصغر حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہ العالی۔ دونوں صاحبان زہد و تقویٰ، فقر و درویشی، توکل و قناعت، علم و فضل اور حفظ شریعت میں اپنے والد ماجد اور جدّ امجد کے نقش ثانی اور فخر اسلاف ہیں۔

حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندرؒ خلف اصغر:

آپ کی ولادت یکم شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء کو ہوئی۔ والد ماجد کے حکم کے مطابق سب سے پہلے کلام مجید حفظ کیا اور مختصرات فارسی کی تحصیل آنجناب سے کی۔ اُن کی حیات تک ان سے ہی تحصیل علم کی۔ پھر جملہ علوم عربیہ صرف و نحو، منطق و معانی و بیان، فقہ، اصول فقہ، مناظرہ، عقائد کلام، فلسفہ، تفسیر و حدیث اور اوراد و احزاب کی تحصیل و تکمیل اپنے برادر معظم شاہ حبیب حیدر قلندر سے کی۔ ان ہی سے بیعت کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے آبائی شغل درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور ارشاد و تلقین کی طرف متوجہ رہے۔ عربی و فارسی نیز اردو زبان میں بڑے بلیغ اور عمدہ اشعار موزوں فرماتے تھے۔

حضرات اہل بیتِ اطہار سے خاص عشق تھا۔ درج ذیل تین معرکۃ الآرا ضخیم تصانیف اس کی شاہد ہیں۔ تینوں کتابیں اُردو میں ہیں اور طبع ہو چکی ہیں۔

۱۔ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب

۲۔ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ

۳۔ نفائس المنن فی فضائل سیدنا ابی الحسن

مندرجہ بالا تینوں کتابوں اور "تذکرہ مشاہیر کاکوری" کے مطالعہ سے ان کے مؤلف کے ملکۂ تحقیق و تدقیق کا پتہ چلتا ہے۔ "تذکرہ مشاہیر کاکوری" لکھ کر شاہ صاحب موصوف نے ارباب کاکوری اور آئندہ آنے والی نسل پر جو گراں قدر احسان کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اودھ کے شاید ہی کسی قصبہ کی اتنی مستند اور تفصیلی تاریخ لکھی گئی ہو۔

ان کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب کی تصانیف ہیں۔ تفریح الاحباب (اردو)، تذکرہ جیبی، دو جلد، (اردو) مصباح التعرف لارباب التصوف (اردو) اور ترجمہ اردو الدر الملتقہ فی شرح تحفۃ المرسلہ وغیرہ بہت مقبول ہوئیں۔

۷ ار رمضان ۱۳۶۶ھ / ۵ ر اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کا وصال ہوا۔

تلامذہ : شاہ علی انور قلندرؒ نے اپنے تلامذہ کی بھی ایک کثیر تعداد چھوڑی۔ ان تلامذہ میں سے کچھ تو وہ ہیں جنھوں نے تمام کتب درسیہ آپ کے روبرو پڑھیں اور آپ سے سند فراغ حاصل کی۔ ایسے تلامذہ میں آپ کے خلف اکبر مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر، مولانا کمال الدین اعظمی، مولانا نصیر الحق فرنگی محلی، مولانا منصب علی چاٹگامی، مولانا محمد یٰسین چپارنی، اور مولانا محمد صدیق اعظم گڈھی کے نام سر فہرست ہیں۔ ان طلبہ کی جنھوں نے ابتدائی اور متوسطات کی تعلیم حاصل کی یا ایک عرصہ تک آپ سے پڑھا بڑی تعداد ہے۔ ان میں شاہ محمد سراج الدین قلندر کاکوروی، شاہ تقی حیدر قلندر خلف اوسط شاہ علی حیدر قلندر خلف اصغر، مولوی منظور الدین خاں کاکوروی صاحبِ "مجمع العلما"، مولوی سید احمد خلف الصدق مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی، منشی ارتضیٰ علی علوی تشنہ کاکوروی، مولوی محمد ہاشم افسر کاکوروی، منشی اودھ بہاری لعل اور منشی محمد اسحاق علوی کاکوروی وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات : امور سجادگی، درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں

انہماک کے باوجود کتب ورسائل اور حواشی وشروح پر مشتمل شاہ صاحب کی تصنیفات کی ایک بڑی تعداد ہے۔ تمام تصانیف آپ کی دقّتِ نظر، علمی تبحر، ملکۂ تحقیق اور وسعتِ نظر کی شاہد ہیں اپنے اسلافِ کرام کی طرح شاہ صاحب کی تمام تصانیف کا مقصد خلق کی فیض رسانی تھا نہ کہ ابنائے زمانہ کی روش پر ناموری اور شہرت کا حصول۔ آپ کی تحریروں میں جابجا مشرب کا رنگ جھلکتا ہے۔ طالبین وسالکین کے واسطے شاہ صاحب کی کتابیں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ بیشتر تالیفات فارسی زبان میں ہیں۔ تصانیف کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر شاہ صاحب بھی کسی مشہور جگہ پر ہوتے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی طرح بجائے تصوف کے منقولات پر قلم اٹھاتے، تو یقیناً شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی طرح مشہور ہوجاتے۔

ذیل میں آپ کی تصانیف کی فہرست مع اجمالی تعارف، درج ہے۔

تحریرالانور فی تفسیر القلندر:۔ اس رسالہ میں لفظ "قلندر" کے معنی اور اُس کی تعریف کا بڑی شرح وبسط سے بیان ہے۔ اس کے بعد ان تمام بزرگوں کا تذکرہ ہے جو مقام "قلندریت" پر فائز ہوئے ہیں۔ اس رسالہ کو شاہ صاحبؒ نے اپنے استاد اور جد امجد مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ صاحب "روض الازہر فی مآثر القلندر" کی حیات میں محض ایک نشست میں تحریر کیا اور ان کے ملاحظہ سے گزارا تھا۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مطبع علوی لکھنؤ سے اور دوبارہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء مطبع سرکاری ریاست رامپور سے متوسط تقطیع اور پچاس۵۰ صفحات پر مشتمل طبع ہوا۔ رسالہ مذکورہ شاہ صاحب کی فارسی نثاری کی ایک عمدہ مثال بھی ہے۔

الانتصاح عن ذکر اہل الصلاح: شاہ صاحبؒ نے اپنی اس فارسی تالیف میں سلسلۂ قلندریہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، طیفوریہ، مداریہ، نقشبندیہ، فردوسیہ وغیرہ کے مشائخ کرام کے حالات بڑی تحقیق وجستجو سے مرتب کیے نیز اکثر طریقت کے مسائل، جیسے بیعتِ صغیر وکبیر، فضائلِ ذکر، قبر میں شجرہ رکھنے اور اقسامِ خلافتِ مشائخ وغیرہ نہایت

جامع طریقے سے درج کیے ہیں۔ صوفیائے کرام کے بہت سے تذکرے مرتب کیے گئے ہیں مگر یہ تذکرہ اپنی نوعیت کا منفرد ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں طبع ہوا اور دوسری مرتبہ آپ کے خلفِ اکبر شاہ حبیب حیدر قلندرؒ نے معہ اضافہ تتمہ موسومہ بہ ایضاح اور اکثر مضامین و جدول سنین تواریخ ولادت و وفات و مدفن مشائخ کرام ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ سے شائع کرائی۔

القول الموجہ فی تحقیق مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ: اس کتاب میں اس مشہور مقولہ "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا" کی تحقیق اور اس کے معانی و مطالب کا شرح و بسط سے بیان ہے۔ نفس انسانی اور اس کی حقیقت نیز خود شناسی میں خدا شناسی اور خدا شناسی میں خود شناسی کو ظاہر کیا ہے۔ خطرات و وساوس اور ہوا و حس و الہام کے اقسام، نفس امّارہ، لوامہ اور مطمئنہ کی تعریف، ان کے باہمی فرق کو بیان کیا اور ان پر بحث فرمائی ہے۔ شاہ صاحب کی یہ تالیف ابتدائی عہد کی ہے لیکن مطبع اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ سے ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔

الفیض التقی فی حل مشکلات ابن العربیؒ: شاہ صاحبؒ کی یہ تصنیف اُن اعتراضات کے جواب میں ہے جو علمائے ظاہر نے حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۰ھ/۱۱۶۴ء تا ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) پر کیے ہیں۔ اس میں اُن کے مابہ الاعتراض کلام کی تشریح کرکے اُن کے اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات دیے ہیں۔ دو فوائد اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فائدۂ اول در اشکالاتے کہ علمائے قشری بر امور مختلف از خاکہ کلامش تراشیدہ اند و شیخ را ازاں در گمراہاں شمردہ ....

فائدہ دوم در نوعِ اشکالات کہ مبنائے آنہا بر وحدت وجود است

خاتمہ میں حضرت شیخ اکبرؒ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔

فٹ نوٹ میں تمام عربی عبارات کے فارسی تراجم بھی درج ہیں جن سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی۔ اس کتاب کا سن تصنیف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴م ہے۔ مطبع سرکاری رامپور سے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱م میں طبع ہوئی۔

رسالہ فاتح الابصار: یہ فارسی رسالہ دراصل اُن سوالات کا مجموعہ ہے جو سلسلۂ چشتیہ کے ایک بزرگ نے آپ سے کیے تھے اور آپ نے اُن کے اطمینان بخش اور شافی و کافی جوابات دیے۔ اس رسالہ میں جن گیارہ سوالات کے جوابات ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ قیامت میں خدا کا دیدار اور ملاقات کیوں کر ہوگی۔؟

۲۔ اشیاء کی معرفت کیوں کر حاصل ہوتی ہے؟

۳۔ نسبتِ وجد کی حقیقت؟

۴۔ خدا کون ہے؟

۵۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو حقیقتِ محمدی کہتے ہیں کیا ہیں؟

۶۔ جبرئیل کہاں سے ہیں؟

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج عرش پر لے گئے یا عرش کو آپ کے پاس لائے؟

۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق سے کیوں برگزیدہ کر کے اپنا حبیب بنایا اور کس لیے ان کا نور آدمؑ میں رکھ کر دوسروں کو محروم کر دیا؟

۹۔ اگر مسئلۂ وحدتِ وجود حق ہے تو عذاب و ثواب کیا ہے؟

۱۰۔ اگر جواب دینے والے صاحب وحدت وجود کے قائل ہیں تو ناقص و کامل کا فرق بیان فرمائیں

۱۱۔ اس قول کے کیا معنی ہیں کہ اب بھی ویسا ہی جیسا تھا (الآن کما کان) اور یہ کہ وہ ذات پاک ہے جس کی ذات وصفات میں مخلوقات کے ظہور سے کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

یہ رسالہ اپنے مطالب اور مضامین کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲م

میں مطبع سرکاری۔ رام پور سے طبع ہوا۔

قول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار: ۔شاہ صاحب نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی بڑی تحقیق فرمائی ہے۔حقیقت انسانی کی شرافت و جامعیت، فضائلِ انسانی، عناصر اربعہ نفس اور اس کی قوتوں، جانوروں کے اقسام اور قوت فعلِ اختیاری، حکمت خیر و شر بُرائی پیدا کرنے میں حکمت، شر کو رضا کی حد سے خارج کرنے، بندہ کے افعالِ اختیاری اور حکمتِ اطاعت وغیرہ کا بیان بڑی تحقیق سے مؤثر اور دل نشیں پیرایہ میں فرمایا ہے پھر خلق وکسب اور قضا و قدر کے متعلق چار نکات درج کیے ہیں۔

۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں مطبع اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوا۔

زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار: شیخ محمد مقیم ہردیؒ نے جواہر الاسرار کے نام سے اکتیس (۳۱) سوالات لکھے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے ان تمام سوالات کے بڑے پُر اثر اور محققانہ جوابات دیے۔ مثلاً شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیوں نہ کیا، جب ایجاد خلق سے اظہار فضل مقصود ہے تو دوزخ و عذاب کس لیے ہے؟ حق تعالیٰ خلق کا محتاج تھا یا نہیں؟ خدا کو جب ہر نیک و بد کا علم ہے تو میزان قائم کرنے کی کیا ضرورت؟ جب خدا کریم و جواد ہے تو کیوں بعض لوگ محتاج ہیں؟ گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ موت کیا ہے؟ دنیا کیا ہے؟ وغیرہ۔

شاہ صاحبؒ کی یہ تالیف (فارسی) بھی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں مطبع اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف: اس رسالہ میں شاہ صاحبؒ نے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے خطبۂ عوارف کی مفصل شرح اور ہر فقرہ کی بڑی عمدہ توضیح کی ہے۔اس کی وجہ تالیف کے سلسلہ میں دیباچہ میں رقمطراز ہیں۔

"وخوشہ چیں خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار توحید حافظِ اذکار تفرید مولانا واستادنا شاہ تقی علی قلندر عطر اللہ مضجعہ،

المعطر با معان نظر بمطالعہ ایں کتاب برکت نصاب مشرف شد بعضے صدیق رفیق خواستگار آں شدند کہ ترجمہ، خطبۂ آں بہ طور شرح نوشتہ دہم لاجرم بہ پاس خاطر شاں خامہ بہ دست آوردم و بہ جلسات چند شرح آں حسب استعداد خود نوشتہ دادم -----

یہ رسالہ بھی ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۲ء میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوا۔

الدر الملتقطہ فی شرح تحفۃ المرسلہ :۔ تحفہ، مرسلہ شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری کا عربی میں حقائق و معارف میں ایک عمدہ رسالہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس رسالہ کی بڑی عمدہ فارسی شرح فرمائی۔ یہ رسالہ بھی ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوا۔ دو سو ساٹھ [۲۶۰] صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حقائق و معارف کا گنجینہ ہے۔

تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق :۔ رسالہ تبیین الطرق شیخ شیخ علی بن حسام الدین المتقی الچشتی جونپوری کا تصوف و سلوک میں عربی رسالہ ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس کی فارسی شرح کی۔ یہ رسالہ مع اصل متن فارسی و اردو ترجمہ کے ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں اصح المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

الدر الیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم : شاہ صاحب کا یہ عربی رسالہ دراصل ان حضرات کے جواب میں ہے جنھوں نے اس مبحث کو چھیڑ کر خواہ مخواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کا انکار کیا ہے اس رسالہ میں منکرین کے تمام اقوال درج کرنے کے بعد آخر میں محاکمہ فرمایا اور کفِ لسان پر زور دیا ہے۔

۱۳۴۹ھ/۱۹۲۲ء میں یہ رسالہ بھی مع اصل متن اور اردو ترجمہ کے اصح المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

کشف الدقائق عن رموز الحقائق : یہ رسالہ مسائلِ تصوف کے انیس [۱۹] سوالات اور ان کے مدلل جوابات کا مجموعہ ہے۔ سوالات اس طرح سے ہیں مثلاً:

۱۔ مرتبۂ ذات کیا ہے؟

۲۔ آتشِ عشق کے سوز و گداز سے سوختہ ہو کر فنا ہونے کے اور کیا فائدہ ہے۔؟

۳۔ مکاشفہ و مشاہدہ اور تجلی میں کیا فرق ہے؟

۴۔ رتبۂ وحدت کے حصولِ کمال کے بعد موحد کو کیا حاصل ہوتا ہے۔؟

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام امتیوں کے باپ ہیں تو آپؐ کا نکاح ازواجِ مطہراتؓ سے جو آپ کی بیٹیاں ہوتی تھیں، کیسے درست ہوا۔؟

۶۔ کعبہ کی حقیقت کیا ہے؟ کعبۂ گِل افضل ہے یا کعبۂ دل؟

۷۔ دل کیا ہے؟

۸۔ توحید کیا ہے؟

۹۔ جس وقت جبرئیلؑ حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے تو دحیہؓ کی اصل صورت کہاں جاتی تھی اور جبرئیلؑ کی یہ نوعی صورت کیا ہوتی تھی۔؟

حوض الکوثر تکملۂ روض الازہر فی مآثر القلندر: مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳م) کی یہ ضخیم تالیف دراصل اپنے والد ماجد مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ (متوفی ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸م) کا ملفوظ ہے۔ اگر اسے تصوف کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ شاہ صاحب موصوف نے حوض الکوثر میں عشق و محبت، ان کی ماہیت اور اقسام، شاہ تراب علی قلندرؒ اور ان کے اخلاف گرامی مولانا شاہ حیدر علی قلندرؒ (م ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸م) و مولانا شاہ تقی علی قلندرؒ (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳م) کا حال بھی درج کیا ہے۔ ۹۰۰ صفحات اور بڑی تقطیع پر مشتمل یہ کتاب بکثرت مسائلِ تصوف پر حاوی ہے۔ یہ بھی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷م میں مطبع سرکاری رامپور سے شائع ہوئی۔

تفسیر سورۂ یوسفؑ: یہ تفسیر شاہ صاحب نے اپنے ایک عزیز دوست حافظ علی عسکری صاحب بیدل کاکوروی کی فرمائش پر لکھنا شروع کی تھی۔ بڑے دلچسپ پیرایہ میں فارسی زبان میں صرف ایک رکوع کی تفسیر جو تقریباً اسی صفحات پر مشتمل ہے لکھی تھی کہ حافظ

علی عسکری صاحب (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ یہ تفسیر نامکمل رہ گئی۔ اگر یہ تفسیر مکمل ہو جاتی تو بڑی نادرۂ روزگار ہوتی۔ لیکن بقولِ صاحبِ نفحات العنبر یہ مکمل ہوتی بھی کیسے۔

قصۃ العشق لا انفصام لھا
وصمتُ ھھنا لسانُ القال

اس کا مخطوطہ کتب خانہ انوریہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ میں محفوظ ہے۔

رشحاتِ انوری شرح لمعات عراقیؒ: حضرت فخر الدین عراقیؒ کی لمعات پر عمدہ حواشی ہیں جن سے ان کے مشکل مسائل سمجھنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

تصفیہ شرح تسویہ:۔ "التسویہ بین الافادۃ والقبول" شاہ محب اللہ صاحب الہ آبادیؒ (۹۹۶ھ/۱۵۸۷ء تا ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء) کا تصوف و سلوک میں ایک مشکل رسالہ ہے۔ باوجود علمائے ظاہر کے اختلاف کے ہندوستان میں اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ مثلاً۔

۱۔ شرح تسویہ مصنفہ محمدی فیاض زینبی ہرگامی شاگرد شاہ محب اللہ الہ آبادیؒ
۲۔ شرح " " شیخ امان اللہ بنارسی
۳۔ " " " شیخ عبداللہ بن عبدالباقی نقشبندی، دہلوی
۴۔ " " " شیخ محمد افضل بن عبدالرحمٰن عباسی الہ آبادی
۵۔ تحلیہ شرح تسویہ مصنفہ مولینا عبدالحلیم فرنگی محلی
۶۔ شرح " " سید علی اکبر دہلویؒ فیض آبادی
۷۔ تصفیہ شرح تسویہ " مولانا شاہ علی انور قلندر کاکوروی

راقم السطور کے پیش نظر مؤخر الذکر شرح ہے اور حق یہ ہے کہ شارح موصوف نے رسالۂ تسویہ کی شرح و وضاحت کا حق ادا کر دیا۔

دیباچہ میں رقم طراز ہیں۔

دریں زمان سعادت اوان چوں حبیب دلی و محب قلبی آغا محمد صادق حسین وصفی کہ از مخلص مریدان حضرت جدی و استادی بودہ اند وارد آستانہ شدند و بہ ملاقات ذوق انگیز مسرتہا ارمغان دادند روزے درمیان تذکرۂ تصوف ذکر رسالہ تسویہ حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی بیان آوردند و بہ دقت مضامین آں سخن راندند گفتم واقعی مزلۃ الاقدام عرفا است و از اینجا است کہ بسیارے در پے انکار آں رفتہ و از بدعت بر شیخ تہمتہا بستہ .... و آرزو کردند کہ شرح آں بطور ترجمہ متعارفہ رسمیہ نوشتہ آید ہر چند محرومی ایں احقر ازیں دولت عالی علم تصوف نہ چندان است کہ بہ گفتن نیاز داشتہ باشد لیکن چوں خاطر عاطر گرامی پژدہندہ عزیز بود فرمان شاں از راہ گوش بہ دل رفت و دل را از جا برانگیخت و جنبشے در بنان پدید آورد تا ایں عجالہ بہ فرصت عجیلہ بدیں طرز جمع کردہ آمد و رقم نامش بہ تصفیہ فی شرح التسویہ زدہ آمد الخ

یہ رسالہ بھی مع اصل متن اور اردو ترجمہ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴م میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہوا۔

عربی و فارسی کتب و رسائل کے علاوہ شاہ صاحب کی اردو تصانیف بھی ہیں۔

احسن الافادۃ لارباب الارادۃ المعروف بہ رسالہ بیعت زوجہ بازوج: شاہ صاحب نے اس رسالہ میں عقلی و نقلی دلائل سے اس مسئلہ کی تشریح کی ہے، مشائخ کے اقوال سے اس کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے اور اس پر مدلل بحث کی ہے۔ یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔

الدرۃ البیضاء فی تحقیق صداق فاطمۃ الزہراء: اس کتاب میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضؓ اور ازواج مطہرات رضؓ و بنات طاہرات رضؓ کے مہر اور دیگر مسائل و فوائد نکاح کی فقہ و حدیث سے تحقیق کی ہے۔ آخر میں سب کے مختصر لیکن محققانہ حالات درج کیے ہیں۔ اس کا سن طباعت ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱م ہے۔